ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان



روزہ

ماہ رمضان کے باضابطہ روزے ہر مسلمان عاقل و بالغ پر از روئے شریعت فرض ہیں۔ روزے کے معنی اپنے تمام جسم اور جملہ حواس کو خلاف شرع امور کے علاوہ کھانے پینے اور مباشرت وغیرہ سے باز رکھنا ہے۔ اور محض کھانے پینے سے باز رہنا اور صوم کے آداب و شرائط کا کوئی لحاظ نہ رکھنا روزہ نہیں۔

مقصد

اس سے انضباطِ نفس اور حیوانی خواہشوں کو مغلوب کرنا ہے۔ طریقت و سلوک میں روزہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اہل اللہ حق تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی خاطر بحالت مراقبہ کچھ دن بھوکے رہتے ہیں۔ اس سے ان کی محبت میں صفائی اور روح میں لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔

(حضرت الشیخ السید علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ)

19-9-75

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ
۱۷ ستمبر ۱۹۷۵ء

۲۰ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَکَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَہَا۔

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریے پر سو گئے۔ اُٹھے تو اس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ اس پر ابن مسعودؓ نے کہا حضرت! ہمیں حکم دیجیے کہ آپؐ کے لیے ایک بستر تیار کریں اور آپؐ کے آرام کا سامان مہیا کریں۔ فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا کام ہے۔ میرا اور دنیا کا اتنا ہی ساتھ ہے جیسے ایک سوار ایک درخت کے سایہ میں کچھ دیر ٹھہرا، پھر اس کو چھوڑ کر آگے چلا گیا۔

غور کیجیے۔ یہ حدیث ہمیں کیا کیا باتیں سکھاتی ہے۔

۱۔ جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے دنیا میں آرام و آسائش کی زندگی مطلوب نہیں ہوتی خاص کر وہ لوگ جو دوسروں کے سردار اور ہادی ہوں اور اپنے آپ کو لوگوں کا رہنما اور لیڈر قرار دیں ان کو کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ ٹھاٹ باٹ کے دلدادہ ہوں اور بغیر قیمتی فرش و فروش، نرم نرم گدوں اور لچکدار پلنگوں کے ایک دم گزر نہ کر سکیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دو جہاں کے سردار، رہنما، قائد، حکمران اور آقا سب کچھ تھے۔ لوگ آپؐ کے ایک اشارہ پر سب کچھ حاضر کرنے کے لیے تیار تھے۔ آپؐ اگر چاہتے تو خوب عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ لیکن اس حدیث کو پڑھو اور دیکھو بدن پر موٹی چھوٹی قمیص تک نہیں۔ کھجور کی سخت چٹائی پر تکلف کے بغیر لیٹ جاتے تھے اور بدن پر اس کے نشان پڑ جاتے تھے۔ آپؐ کے جانشینوں کا بھی ایک مدت تک یہی حال رہا۔ حضرت عمرؓ کی نصیحت جو انہوں نے لوگوں کو کی ہمارے پاس موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آرام دہ نرم نرم لباس اور بستروں کی عادت مت ڈالو۔ آرام طلبی سے دور رہو۔

۲۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے دنیا سے یعنی اس کے آرام، عیش اور شاندار ساز و سامان سے کچھ سروکار نہیں۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ ضروریات زندگی سارے انسانوں کے لیے ہیں ان میں سے ہر ایک انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق تمام چیزیں ملنی چاہئیں کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ اپنے پاس دوسروں سے زیادہ سامان آرام و آسائش جمع کرے جو شخص دوسروں کو بُرے حال میں چھوڑ کر بھی اپنا گھر بھرنا چاہتا ہے وہ کسی طرح قائد اور رہنما نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے لیڈروں اور رہنماؤں کے لیے مناسب یہی ہے کہ کم سے کم سامان پر اکتفا کریں اور دوسروں کے لیے آرام و آسائش کا خیال کریں۔

۳۔ جب تک انسان یہ نہ سمجھ لے کہ وہ دنیا میں ایک مسافر ہے اور ایک دن ان سب چیزوں کو چھوڑ کر اکیلا سدھارے گا۔ اس وقت تک اس کی بنیادی زندگی صحیح طور پر درست نہیں ہو سکتی۔ مسافر ہر منزل پر اس کی ساری چیزیں یہیں چھوڑ کر چل دیتا ہے اور صرف وہی چیزیں ساتھ لیتا ہے جو اس کی آگے کی منزل پر کام آنے والی ہیں۔

۴۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ بظاہر سادہ زندگی بسر

(باقی ص ۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

— جاری کردہ —

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

قدس سرہ العزیز

— رئیس التحریر —

مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

— مدیر مسئول —

جانشین شیخ التفسیرؒ

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

— مدیر —

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارۂ تحریر

مولانا محمد اجمل

زاہد الراشدی

حافظ مظہر محمد

حافظ مقصود احمد

صالح محمد حضروی

بدل اشتراک

سالانہ	۲۶ — ۰۰
ششماہی	۱۴ — ۰۰
سہ ماہی	۷ — ۰۰
فی شمارہ	۰ — ۶۰

عیسائیت کا مسئلہ

حال ہی میں ایک امریکی ادارہ کی طرف سے "انجیل مقدس" کا اردو نسخہ جو ۲۶۰ صفحات میں پھیلا ہوا ہے اور انتہائی بہتر کاغذ پر روایتی انداز سے طبع ہوا ہے پاکستان میں ڈاک کے ذریعہ پہنچ رہا ہے۔ یہ کتابچہ جس کے خوبصورت ٹائیٹل پر "زندہ کلام" کے جلی حروف لکھے ہیں، عام طور پر صنعتی اداروں اور اونچے درجے کے تاجروں تک بڑی کثرت سے پہنچ رہا ہے۔"

"عیسائیت" کی تبلیغ کے سلسلہ میں مشنریز کی یہ پہلی کوشش نہیں بلکہ اس سے پہلے پاکستان میں متعدد ادارے سرگرم عمل ہیں جو یہ کام کر رہے ہیں۔ برصغیر میں انگریز راج کے ساتھ ہی عیسائیت کی تبلیغ کا دھندا زور پکڑ گیا۔ اور "متمدن و مہذب انگریز" نے سرکاری اہلکاروں کے تحفظ میں عیسائی مبلغین کے "وعظ" کرائے اور دھن، دھونس اور دھاندلی کے روایتی ہتھکنڈے اپنا کر دنیا کو عیسائیت کے آغوش میں لانے کا پروگرام بنایا۔ اس کے علاوہ ہسپتالوں، اسکولوں اور دوسرے رفاہی اداروں کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا گیا اور جب انگریز اس ملک سے بوریا بستر سمیٹ کر چلا گیا تب بھی "پاکستان" میں اس کے اثرات خاصے گہرے تھے اور یہاں مختلف کلیدی آسامیوں پر بڑے بڑے انگریز عیسائی براجمان تھے۔ جن سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور مشنری جال کو وسیع تر کیا۔ غالباً ۵۸ء میں امریکہ کے بعض رسالوں نے پاکستان کی سرزمین کو عیسائیت کے لیے بڑی فراخ قرار دیا تھا اور اس سلسلہ میں یہاں کی انتظامیہ کی "وسعت قلبی" پہ مسرت کا اظہار کیا تھا۔ جن دنوں مسٹر اختر حسین مرکزی وزیر داخلہ تھے تو انہوں نے اسمبلی میں "مشنری" کے معاملہ میں تشویش کا اظہار کیا تھا اور تحقیقات کی بات کی تھی لیکن جاننے والے جانتے تھے کہ غلامانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ حوادث روزگار کے سبب کتنے ہی بلند و بالا ہو جائیں ان سے خیر کی توقع عبث ہے۔

جہاں تک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہے وہ آسمانِ نبوت کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جو اپنی امتیازی خصوصیات کی بناء پر ایک منفرد مقام کے حامل ہیں اور بحیثیت نبی و رسول ان کا احترام ایک مسلمان کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا احترام ہم اپنے پیغمبر کا کرتے ہیں لیکن یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آپؑ کے نام لیواؤں نے "کتاب مقدس" کو اپنی خواہشات و اغراض کے لیے اس بُری طرح استعمال کیا کہ دنیا میں اصلی کتاب مقدس کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ اس امر واقعہ کو عملی دنیا میں معلوم کرنے کے لیے کسی ایک ادارہ کی طرف سے شائع ہونے والے کتاب مقدس کے مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر آپ تہہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

پھر یہ بھی ہے کہ قرآن عزیز نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی عفت و عصمت کو جس انداز سے بیان کیا، اس کا کروڑواں حصہ نام نہاد اپنوں کے یہاں نظر نہ آئے گا بلکہ ان اپنوں نے ایک طرف انہیں خدائی اختیار میں شریک قرار دے کر اور ابن اللہ کہہ کر اور دوسری طرف انہیں مظلوم و مجبور ثابت کر کے ان کی پوزیشن عجیب بنا ڈالی ہے۔ یہ قرآن ہے جس نے ان کی عظمتوں کو دوبالا کیا۔ اور یہود کی خرافات کو لغو و بے ہودہ بتلایا لیکن آج کی عیسائی دنیا اپنے ازلی دشمنوں "یہود" کی محبت میں اتنی سرشار ہے کہ وہ اپنی محسن قوم کے معاملہ میں کسی بھی ناشائستہ بلکہ احمقانہ حرکت سے باز نہیں آتی۔

اور سب سے بڑھ کر جس چیز کا نام ہے وہ ہے مسلمانوں کا اپنا طرزِ عمل۔ یہ قوم سالہا سال کی غلامی کے بعد ذہن و فکر کے اعتبار سے آج بھی آزاد نہیں ہوئی۔ اس کے حکمران، دانشور اور نام نہاد پڑھے لکھے "مسیح المشرق اور وسعتِ قلبی" کا ایسے شکار ہیں کہ اپنی روایات، اپنی اقدار اور اپنے دین و مذہب کا تحفظ کرنے سے شرماتے ہیں اور کسی کی کوئی بھی حرکت ان کی "ایمانی حس" کو بیدار نہیں کرتی۔

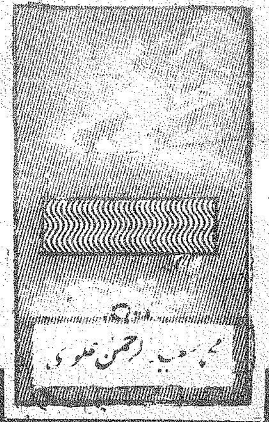
جہاں تک کسی بھی انسان کا تعلق ہے وہ اپنے دین دھرم کے معاملے میں آزاد ہے یہ ایک اسلامی فیصلہ ہے لیکن مخالفین و معاندین کے اوچھے ہتھکنڈوں کا نوٹس نہ لینا نہ معلوم کیسی اسلامیت ہے؟ آج قومی غیرت کا یہ عالم ہے کہ حکمران سے لے کر اونچے درجہ کے ملازموں اور اربابِ ثروت تک کی اولاد جب تک مشنری اسکول، کالج کی "مادر و مادرانہ" کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہ کر لیں انہیں چین ہی نصیب نہیں ہوتا اور مشنری ہسپتالوں میں گوری چمڑی والے ڈاکٹر اور نرسوں کے خلوص و محبت کے بغیر انہیں صحت ہی نہیں ہوتی۔ اور جب اس سلسلہ میں ٹوکا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ صاحب ہمارے تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں میں کسی چیز کا معقول انتظام نہیں۔ یہ کہہ کر اپنی غیرت کے منہ پر طمانچہ مارا جاتا ہے اور نام نہاد مسلمان ذرا نہیں شرماتے!

ان سے کوئی یہ پوچھنے والا نہیں کہ میاں! اپنے اداروں کی حالت بہتر بنانے کا فرض کس کے ذمہ ہے؟ اور جس کے ذمہ ہے وہ اس فرض کو پورا کیوں نہیں کرتے؟

جہاں تک تبلیغی پروگرام کا تعلق ہے، تصور یہ کر لیا گیا ہے کہ محض "مولوی" کا کام ہے۔ اور کارخانوں، دکانوں، دفتروں اور سیکرٹریٹ کی دنیا میں گم ہو کر اس کام کی قطعاً گنجائش نہیں اور مولوی بے چارہ اتنے محدود وسائل رکھتا ہے کہ چاروں طرف سے اس تیراندازی کا جواب اس سے مشکل ہے اور جتنا کچھ وہ کام کر سکتا ہے اپنے "مہربان" اسے وہ بھی نہیں کرنے دیتے

ان حالات میں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ملک کے حکمرانوں اور اربابِ ثروت کو جھنجھوڑیں اور ان سے پوچھیں کہ یہ جو کچھ تمہیں ملا۔ کیا محض اس لیے کہ اس کے ذریعہ تم اپنی خواہشات اور سفلی جذبات کی تسکین کرو، تم پر ملّی اور قومی نقطۂ نظر سے یہ فرض عائد نہیں ہوتا۔ یاد رکھو آج مشنری جتنا کام کر رہی ہے اس کی تہہ میں بدترین سیاسی مقاصد کارفرما ہیں۔ اور اگر تم نے اس لٹریچر کے ساتھ ساتھ کمیونزم اور اخلاقی قدروں کے دشمن لٹریچر کا بروقت نوٹس نہ لیا۔ اور جواباً اپنے ذمہ داریاں محسوس نہ کیں تو اندلس کی داستان ایک بار پھر دہرائی جائے گی۔ جس کا ہدف و نشانہ تم ہوگے اور یہ داستان تمہارے انہی "مہربانوں" کے ہاتھوں دہرائی جائے گی جو محسن کشی کے طبعاً عادی ہیں۔ جن لوگوں نے اندلس سے "علم کی روشنی" حاصل کر کے وہاں کے اساتذہ کو تہ تیغ

(باقی صفحہ ۲۳ پر)



احکاماتِ الٰہی کا مقصد

انسانی زندگی کو متوازن بناتا ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ، ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضلّ لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہٗ۔ ونشھد ان لا الٰہ الّا اللہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ ——— امّا بعد:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

یہ آیت کریمہ آپ نے اکثر سنی ہو گی اور رمضان شریف میں تو اکثر اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس میں روزوں کی فرضیت کے ساتھ ساتھ دوسری اقوام کی زندگی میں "روزے کا وجود" کا پتہ چلتا ہے اور ساتھ ہی روزے کا مقصد بتلایا گیا ہے۔

آج اسی حصہ کے متعلق مجھے کچھ کہنا ہے۔ وہ مقصد جو خدا نے اس موقعہ پر روزوں کا بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ تم متقی ہو جاؤ۔ تقوی کی حقیقت مختصر لفظوں میں ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس رنگ میں ڈھال لے کہ اللہ تعالٰے کی نافرمانی سے طبعاً نفرت ہو جائے اور نیکی و پرہیزگاری عادت کے درجہ میں آ جائے۔ اور انسان کو اطاعت الٰہی میں قلبی اطمینان وسکون حاصل ہو۔

اللہ تعالٰے نے تمام عبادات کا مقصد یہی تقوٰے بتلایا۔ اور یہی مقصد روزوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک روزوں کا تعلق ہے یہ نیکی و تقوی اور پرہیزگاری کا ایک سالانہ کورس ہے بعینہ جس طرح دن میں پانچ مرتبہ بارگاہ ربوبیت میں جھکنے سے انسان قرب الٰہی حاصل کرتا ہے اور اگلی نماز تک اس دوران جو کمزوریاں بتقاضائے بشریت سرزد ہو جاتی ہیں۔ اگلی نماز سے ان کا ازالہ ہو جاتا ہے اسی طرح روزوں کا عالم ہے۔ انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ نیکی کی قوت اور بدی کی قوت۔ ان قوتوں میں مسلسل جنگ جاری رہتی ہے۔ جب آدمی وقت پر خدائی احکامات بجا لاتا ہے تو گویا اس نے بدی کی قوت پر غلبہ پا لیا اور جب خدانخواستہ وہ نیکی کے کام سے جی چراتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی نیکی کی قوت مغلوب ہو چکی ہے۔ اور بدی کی قوت غالب آ چکی ہے۔ تو رمضان شریف کے روزے گویا ایک طرح کا امتحان بھی ہے۔ جب مسلمان اللہ کا حکم سمجھ کر حلال چیزوں (کھانا پینا اور تعلق زن شوئی) سے محدود ومختصر وقت میں گریز کرے گا تو اس کے لیے عام حالات میں خدا کی نافرمانی اور منکرات وحرام کاریوں سے بچنا بڑا سہل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ جو آدمی صرف خدا کا حکم سمجھ کر حلال سے بچ سکتا ہے وہ حرام سے کیوں نہ بچے گا؟

دیکھیں۔ ایک آدمی غسل خانہ میں غسل کے لیے جائے۔ وہاں ٹھنڈا پانی موجود ہے اور خدا کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں لیکن وہ ٹھنڈے اور شیریں پانی سے اس لیے گریز کرتا ہے کہ خالق ومالک کا حکم ہے۔

اور وہ تو دیکھ رہا ہے تو ایسا شخص حرام سے بہرحال بچے گا۔

یہی بات یہ ہے کہ روزہ میں اتنی رازداری اور خفا ہے کہ اس کا معاملہ صرف خدا اور اس کے بندہ کے درمیان ہے۔ شاید اس لیے اللہ تعالیٰ نے روزہ کی جزا کے متعلق فرمایا کہ اس کی جزا میں ہوں۔

محترم حضرات! جب ایک آدمی نیکی کا اس قدر خوگر اور برائی سے اس قدر متنفر ہو جائے تو وہ باخدا انسان بن جاتا ہے اور باخدا کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ کہ جو اللہ والا ہو جاتا ہے پھر خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ حضور علیہ السلام کے ایک مختصر ارشاد میں معنویت کا کتنا سمندر موجود ہے ظاہر ہے کہ جب خدا جو ہر قسم کی قوت و طاقت کا مالک ہے وہ کسی کا ہو جائے تو پھر اسے کس چیز کی کمی ہو گی؟

یہی مومن و مسلم کا حقیقی مقام ہے کہ وہ خدا والا ہو جائے اور جب وہ خدا والا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا کی ہر چیز اس کے قدموں میں ہوتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان بلاخیز میں بچ جانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہو جانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں راستے بن جانا اور جناب نبی کریم علیہ السلام کا مختصر افرادی قوت کے ساتھ بارہا مرتبہ دشمنوں پر غالب ہو جانا یہ اسی کا کرشمہ ہے کہ یہ حضرات اللہ والے تھے تو پھر خدا ان کا ہو گیا۔

چلیں یہ لوگ تو انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ جماعت اللہ کا انتخاب ہے اس سے ایک لمحہ کے لیے بھی نافرمانی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بھی وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی اطاعت و انقیاد الٰہی میں بسر کی ان کے ساتھ قدرت نے یہی سلوک کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس امتی نے ملکہ سبا کے تخت کو آنکھ جھپکنے کی دیر میں لا موجود کیا تھا اسی کے متعلق قرآن نے اَلَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ فرمایا ہے یعنی وہ ایسا باخدا انسان تھا جس کے پاس کتاب مبین کا علم تھا اس سے یہ کرامت جو ظاہر ہوئی تو وہ فَضْلِ رَبِّیْ کا کرشمہ تھا کہ پروردگارِ عالم نے ان پر یہ احسان فرمایا۔

اور حضور علیہ السلام کی امت میں دیکھیں تو آپ کو اس قسم کے واقعات بکثرت ملیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضؓ نے حضور علیہ السلام کے سانحہ ارتحال کے بعد جس پامردی، عزم و ہمت اور جرأت سے کام لے کر اندرونی اور بیرونی فتنوں کا قلع قمع کیا اس میں کیا راز تھا یہی نصرت و اعانت خداوندی کیونکہ وہ تن تنہا لڑنے مرنے پر آمادہ تھے اور زکوٰۃ کے منکروں کے متعلق ان کا ارشاد تھا کہ اگر ان لوگوں نے ایک رسی بھی روک کر رکھی تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

جب انسان کے ایمانی عزائم یہ ہوں اور پھر عمل بھی اس کے مطابق ہو تو خدا کیسے مدد نہ کرے؟ البتہ عزائم اور دعاوی کچھ ہوں اور عمل کچھ تو پھر یہ دو عملی خدا کو انتہائی ناپسند ہوتی ہے اور اس سے وہ سخت ناراض ہوتا ہے۔
کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے جب رومی سفیر آیا تو وہ مدینہ میں ڈھونڈتا پھرتا تھا کہ مسلمانوں کے بادشاہ کا محل کہاں ہے لیکن وہاں نہ محل تھا نہ سیکرٹریٹ نہ باڈی گارڈ بلکہ کسی نے اس کی حیرت کو دیکھ کر کہا کہ مسجد نبوی میں جاؤ۔ وہ گیا تو آپ اینٹ کا تکیہ لگا کر سو رہے تھے ڈرّہ پاس رکھا تھا۔ چنانچہ وہ اس حالت میں دیکھ کر کانپنے لگا ـــــ آپ دیکھیں کہ خلیفہ اعظم سو رہے ہیں، پیوند لگے ہوئے ہیں لیکن رومی سفیر کانپ رہا ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ ہمارے حکمران لوگوں پر ظلم کرتے ہیں کمر توڑنے والے ٹیکس وصول کرتے ہیں، لوگوں سے بیگار لیتے ہیں اور ان کو غلام بنا کے رکھا ہوا ہے۔ اس کے باوجود عوام سے دور رہتے ہیں لیکن ایک یہ حکمران ہیں کہ نہ ڈر ہے نہ خوف! کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض ایک خدا سے ڈرتے تھے۔ تقویٰ کی صفت سے مالا مال تھے۔ احکامات الٰہی کے پابند اور منکرات سے

(باقی صفحہ ۸ پر)



خدا کی یاد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھیں

مرتب
محمد سعید الرحمٰن علوی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۔

محترم حضرات ! آج کی مجلس ذکر اس سال کی گویا آخری مجلس ذکر ہے۔ کیونکہ دو، چار دن کے بعد رمضان شریف شروع ہو رہا ہے ۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ رمضان میں یہ سلسلہ بند فرما دیا کرتے تھے کیونکہ نماز مغرب و عشاء کے درمیان جب یہ سلسلہ ہوتا ہے وہ وقت کھانے اور تراویح کے اہتمام کا ہوتا ہے اس لیے یہ سلسلہ بند رہتا ہے ۔

اب جو کچھ ہو رہا ہے یہ بھی توفیق الٰہی کا ثمرہ ہے کہ اس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں اور آئندہ بھی بعد از رمضان یہ سلسلہ پھر جو شروع ہوگا تو اللہ کی خصوصی توفیق و عنایت کے ساتھ ! اللہ تعالیٰ صحت و سلامتی کے ساتھ رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھانے اور دامن بھرنے کی توفیق بخشیں ۔

تاہم یہ نہایت ضروری ہے کہ ذکر و یادِ الٰہی کا اپنے طور پر خاص خیال رکھا جائے ۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ ان دنوں کے لیے ہدایت فرماتے کہ موقع ملے تو عشاء کے بعد بچوں کو ساتھ لے کر گھر میں بیٹھ جائیں اور اپنا ذکر پورا کریں ۔ ایسا نہ ہو تو انفرادی طور پر جیسے بھی ممکن ہو کرنا ضرور چاہیے ناغہ نہ ہونے پائے ۔ کیونکہ یہ دن انتہائی خیر و برکت کے ہیں اور ان میں جو نیکیاں کی جاتی ہیں ان کا اجر و ثواب معمول سے بہت زیادہ ملتا ہے ۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق نوافل پڑھیں تو فرائض کا ثواب حاصل ہوگا جبکہ فرائض ستر گنا تک پہنچ جاتے ہیں ۔ اس لیے غفلت کسی بھی حال میں نہ ہو بلکہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریق و ارشاد کے مطابق کسی نہ کسی طرح گھر میں اہتمام رکھیں ۔ اس کے علاوہ اس ماہ مقدس میں تلاوتِ قرآن کا بہت زیادہ اہتمام چاہیے ۔ کیونکہ رمضان اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔

جیسا کہ میں نے آیت پڑھی اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ۔ یعنی پہلی بار جو قرآن نازل ہوا لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک تو وہ اس مبارک مہینہ کی ایک رات کو ہوا جسے خداوند قدوس لیلۃ القدر فرماتے ہیں اور جس میں نیکی ہزار رات کی نیکیوں سے افضل و بہتر ہے ۔ اور خود حضور علیہ السلام کا اپنا عمل یہ تھا کہ اس ماہ میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دَور فرماتے اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ رمضان و قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کے حق میں شفاعت کریں گے ۔ نیز تراویح کا جو اسلام میں اہتمام ہے اور ان میں قرآن پڑھنا ، سننا یہ سب رمضان اور قرآن کے گہرے تعلق کے پیش نظر ہے ۔ اس لیے اس مبارک مہینہ میں تلاوت کی کثرت ضروری ہے ۔ اور تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآن سمجھنے اور اس کے عملی نفاذ کی جدوجہد اور کوشش ازبس ضروری ہے کیونکہ یہ کتاب مقدس فی الحقیقت دنیا میں آئی اس لیے ہے کہ مسلمان کی زندگی اس کے رنگ میں رنگی جائے ۔ اور وہ قرآن پر پوری طرح عمل کرنا شروع کر دے ۔

دیکھیں خدا کا ایک طریقہ ہے جو آدمی جس میدان میں

کوشش کرتا ہے اس کی نیت صحیح ہوتی ہے۔ اور جدو جہد مخلصانہ ہوتی ہے تو اس کے نیک جذبات کو اللہ تعالیٰ ضرور ٹھکانے لگاتے ہیں۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ظاہری اسباب کے بغیر ۱۴ مرتبہ حرمین شریفین گئے۔ جذبات تھے خدا نے پورے کئے۔ بڑے بھائی حافظ حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں قیام کے خواہش مند تھے قدرت نے خواہش پوری کر دی۔ اسی طرح چھوٹے بھائی حافظ حمید اللہ صاحب مرحوم بار بار گئے کہ ان کی طلب صادق تھی۔ یہ ایک مثال ہے اس کو سامنے رکھ کر آپ یقین کریں کہ جب قرآن کے عملی نفاذ کے لیے اجتماعی طور پر مخلصانہ کوشش ہوگی تو ضرور کامیابی ہوگی۔

بہر حال جیسا کہ عرض کیا کہ قرآن و رمضان کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور اس تعلق کا تقاضا ہے کہ ہم اس مبارک مہینہ میں خوب تلاوت کریں، اس میں نظریں جمائیں، سوچیں، سمجھیں اور عملی دنیا میں اس کے نفاذ کی سچی تڑپ پیدا کر کے جدو جہد شروع کریں۔ باقی میں نے عرض کیا کہ ذکر کا سلسلہ جاری رہے تو قرآن سراپا ذکر بھی ہے۔ جب اس کی تلاوت ہوگی تو ظاہر ہے خدا سے تعلق بھی بڑھے گا اور یہی ذکر کا مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مخلص بندوں میں شامل فرما لیں اور اپنی یاد کی جو توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس میں مزید اضافہ فرمائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ : خطبہ جمعہ

بچتے تھے۔ اس لیے دنیا کی ہر چیز ان سے ڈرتی اور بھلائیاں ان کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں۔

اب ذرا اپنا حال دیکھ لیں نہ شکل نہ سیرت نہ اعمال نہ کردار بلکہ احکامات الٰہی کا مذاق اڑایا جاتا ہے دیندار طبقہ کے ساتھ ٹھٹھہ ہے اور ہر وقت حرکت کی جاتی ہے جو ایک مسلمان کے قطعاً شایانِ شان نہیں ایسے میں اللہ تعالیٰ کی امداد کہاں سے آئے۔

حضرات گرامی! ان گھڑیوں کو غنیمت سمجھیں یہ رحمت کا پیغام ہے، بخشش کا مہینہ ہے، جہنم سے آزادی کی ساعتیں ہیں، دارین کی بھلائیاں اس سے وابستہ ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ دن میں روزہ تو رات کو تراویح اور تلاوت کلام مجید! لیکن اگر روزہ رکھا ہی نہیں، جیسا کہ عام طور پر بدبخت مسلمان کرتے ہیں یا رکھ کر بھی غیبت، چوری، چغل خوری، بددیانتی، ظلم، رشوت وغیرہ کو نہ چھوڑا تو خدا کی پھٹکار اور افراتفری و بے چینی و پریشاں حالی کبھی پیچھا نہ چھوڑے گی۔

روزہ کی جو ظاہری شکل ہے اس میں ایک سبق ہے اور وہ یہی جو میں نے پہلے اشارۃً ذکر کیا کہ آج جائز و حلال سے پرہیز کی مشق کرو تاکہ کل حرام سے بچ جاؤ۔ اور جب اس پر طبیعت جم جائے گی اور تقویٰ و طہارت کی صفات پیدا ہو جائیں گی تو دنیا کے سارے غم ختم ہو جائیں گے۔

اسلام کے جتنے احکامات ہیں وہ فطرت صحیحہ کے عین مطابق ہیں اور ان سب کا مقصد انسان کی زندگی کو متوازن بنانا ہے۔

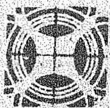
روزہ جہاں اخروی سعادتوں کا باعث ہے وہاں دنیوی طور پر ایثار و ہمدردی کا سبق دیتا ہے۔ اور ظلم و تعدی اور زیادتی سے باز رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں روزہ کے حقیقی فوائد سے مالا مال فرمائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

بقیہ : احادیث الرسول ؐ

کرتے ہیں۔ لیکن اپنی تجوریاں اور بنک روپیہ سے بھرتے رہتے ہیں وہ سب سے گئے گزرے ہیں ان کو چاہیے کہ اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور اس پر غور کریں۔



روزہ کے احکام ومسائل

مولانا حافظ ریاض احمد اشرفی خطیب جامع مسجد عثمانیہ ۔ سول لائینز ۔ راولپنڈی

یہ مہینہ سراسر عبادت وبرکت کا ہے اس مہینہ میں ہر جائز کام عبادت گزاری کا حکم رکھتا ہے حتیٰ کہ افطاری اور سحری بھی عبادت میں داخل ہے ۔ اس مہینہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر نیکی کا بدلہ اس کی نیکی کے خلوص اور حسن کے سبب بڑھا کر سات سو تک پہنچتا ہے لیکن روزہ کا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا ۔ اس کا معین درجہ ثواب منقول نہیں بلکہ حدیث قدسی میں ہے کہ الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا (بخاری ومسلم روایت ابوہریرہؓ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ مبارک کے تین عشروں (تین دہوں) میں تین چیزوں کی تقسیم بیان فرمائی ہے ۔ آپ نے فرمایا اس کا پہلا عشرہ (پہلے دس دن) اللہ کی رحمتیں لیے ہوئے ہے اس کے درمیانی عشرہ میں مغفرت اور بخشش عام ہوتی ہے اور اس کے آخری عشرہ میں دوزخ سے رہائی عام ہوتی ہے (بیہقی) اس ماہ میں ایک فرض ادا کرنے والا غیر رمضان میں ستر فریضے ادا کرنے والے کے برابر اجر وثواب کا مستحق ہے ۔ ماہ رمضان ہی ایک ایسا مبارک مہینہ ہے کہ جس میں حسی ومعنوی رزق میں زیادتی ہو جاتی ہے (بیہقی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ میں خاص طور پر قیدیوں کی رہائی اور سائلین کی حاجت روائی پر ترغیب دلائی ہے ۔ آپ نے فرمایا جو کسی روزہ دار کا روزہ کھلوائے یعنی افطاری کے وقت کھانا پینا مہیا کرے اسے اللہ تعالیٰ قیامت میں میرے حوض سے پانی پلائے گا ۔ جس کے بعد اسے کبھی پیاس کی حاجت نہ ہوگی (بیہقی)

افطار میں جلدی

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ "لوگ اس وقت تک ہمیشہ بھلائی سے ہمکنار رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں (بخاری ، مسلم ، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حدیث قدسی ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ میرے بندوں میں مجھے وہ زیادہ محبوب ہے جو افطار میں جلدی کرے ۔ (احمد ، ترمذی)

روزہ دار لغویات سے بچے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزہ کی حالت میں بیہودہ باتوں ، لغو کاموں کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہے (بخاری ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ)

اعتکاف کا ثواب

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد ماجد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرے اسے دو (نفل) حج اور دو عمروں کے برابر ثواب دیا جاتا ہے (بیہقی)

صدقہ فطر کیوں ہے

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں اور جب تک صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے اوپر نہیں اٹھائے جاتے (ابو حفص بن شاہین)

روزہ کی حقیقی تلافی ممکن نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بیماری اور شرعی رخصت کے بغیر (بلا سبب شرعی) رمضان کا ایک روزہ نہ رکھے تو اس کی تلافی تمام زمانہ کے روزوں سے بھی نہ ہو سکے گی ۔ گو سارے زمانے کے روزے رکھے ۔ (ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ ۔ ابن خزیمہ ۔ بیہقی)

رمضان میں یاد الٰہی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ میں اللہ کی یاد کرنیوالا بخش دیا گیا اور اللہ سے مانگنے والا ناکام نہیں کیا جاتا۔ (طبرانی۔ بیہقی، اصبہانی۔)

لیلۃ القدر کے قیام سے گناہوں کی معافی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں محض ایمان اور طلب ثواب کے سبب قیام کرے (یعنی منافقت) دکھلاوا۔ شہرت مقصود نہ ہو۔ صرف ایمان و اعتقاد اور رغبت کی وجہ سے عبادت کرے) اس کے گذرے ہوئے گناہ معاف ہو جائیں گے (بخاری و مسلم)

کس کی دعا قبول ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

۱:۔ روزہ دار کی یہاں تک کہ افطار کرلے۔

۲:۔ امام عادل (عدل و انصاف کرنیوالا سربراہ مملکت)

۳:۔ مظلوم کہ اس کی دعا کو تو اللہ تعالیٰ بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس کو سن کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قسم ہے مجھے اپنی عزت کی میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔ خواہ کچھ عرصہ بعد سہی (ترمذی۔ احمد۔ ابن خزیمہ۔ ابن حبان)

ایک دینے والا سات سو سے زیادہ لے گا۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنیوالوں کی بیحد تعریف فرمائی گئی ہے اور ان کے لیے ثواب اور درجات بھی بے شمار ہیں پ۳ کے رکوع ۴ میں ہے۔ "جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال یوں ہے کہ ایک دانہ ہو جس میں سے سات شاخیں نکل پڑیں اور شاخ میں سو دانہ لگا ہو اور جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ بہت زیادہ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا اور علم والا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کر دینے کے بعد نہ تو اپنا احسان جتاتے ہیں اور نہ ہی (ان مساکین کو) کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ پس (اس سارے عمل صالح کے سبب) نہ تو ان پر کوئی ڈر ہے اور نہ ہی انہیں کسی امر کا غم و افسوس ہے۔ عمدہ بات اور کسی کے قصور سے درگذر کرنا (نرمی اختیار کرنا) اس صدقہ و خیرات سے بہتر ہے جس کے ادا کرنے کے بعد ایذا و تکلیف کا سلسلہ شروع کر دیا جائے اللہ تو غنی (بے پرواہ) اور بردبار ہے۔ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر یا تکلیف پہنچا کر باطل نہ کرو۔" (البقرۃ پ۳ ع ۴)

سب سے بہتر کمائی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا۔ یہ بتلاؤ کہ تم میں سے کون اپنے وارث کے مال کو اپنے مال سے زیادہ چاہتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر ایک اپنے مال کو اپنے وارث کے مال سے زیادہ بہتر سمجھتا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس امر کو یاد رکھو کہ تمہارا مال تو صرف وہ ہے جسے تم نے (اپنے مرنے سے قبل) خرچ کر لیا اور جو تم جمع کر کے رکھو) باقی چھوڑ جاؤ گے وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے (بخاری و نسائی)

تھیلوں کے منہ بند نہ کرو

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی تھیلی کا منہ بند نہ کرو۔ ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کی تھیلی کا منہ بند کر دیا جائے" اور (دل کھول کر اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو اور حساب مت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی حساب سے دینے لگیں گے۔ جوڑ جوڑ کے مت رکھا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی عطا و بخشش روک لیں گے۔

(بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر روز صبح کو جب اللہ تعالیٰ کے بندے اٹھتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنیوالے کو اس کا بدل عطا فرما دے اور دوسرا یوں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخل کرنے والے کو بربادی دے (بخاری و مسلم)

جنتی کون

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں جب آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور میری آنکھوں میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے، اب آپ مجھے ہر شے (کی پیدائش) کو بیان فرما دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر شے پانی سے پیدا کی گئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے ایسا عمل بتا دیں کہ جب میں مروں تو جنتی ہو جاؤں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، غریبوں، مسکینوں، فقیروں اور بھوکوں کو کھانا کھلایا کرو۔ سب کو سلام کیا کرو صلہ رحمی کیا کرو (رشتہ داروں سے تعلق جوڑ کر رہو) رات کو جب لوگ سوتے ہیں تم اپنے مولا کے سامنے سربسجود رہو۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝

(باقی ص ۱۴ پر)

روزہ اور تطہیر نفس

از افادات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم مصلح اور عالم ربانی تھے آپ کو جب بھی اور جہاں بھی موقع ملا آپ نے قرآن و سنت کی حقیقی تعلیم سے دنیا کو آگاہ کیا۔ درج ذیل تقریر دراصل ۱۹۶۱ء میں ریڈیو پاکستان سے نشر ہوئی۔ جسے افادہ عام کی غرض سے شائع کیا جارہا ہے۔

(ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علی النبی الکریم

اما بعد آج کی صحبت میں مذکورۃ الصدر عنوان پر مسلمانوں کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ عرض یہ ہے کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ روح اور جسم اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے پہلے انسان کا جسم ماں کے پیٹ میں بناتا ہے۔ عورت کے حاملہ ہونے کے وقت سے چار ماہ تک جب انسان کا وجود ماں کے پیٹ میں مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عالم ملکوت (جو روحوں کا مرکز ہے) سے ایک روح کو لاتا ہے اور انسان کے تیار شدہ ڈھانچہ میں ڈال دیتا ہے۔ اس وقت انسان حرکت کرنے لگ جاتا ہے۔

دونوں کی خواہشات الگ الگ ہیں

یہ یاد رہے کہ انسان کی دونوں اجزاء یعنی جسم اور روح کی خواہشات الگ الگ ہیں۔ جسم چونکہ زمین کی پیداوار سے بنا ہوا ہے اس لئے اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انسان محنت کرکے خوب کمائے اور مجھے لذیذ سے لذیذ کھانے کھلائے۔ پہلا کھانا ابھی بمشکل ہضم ہوا ہو تو میرے معدہ میں دوسرا کھانا ڈالدے اور عمدہ سے عمدہ اور طرح طرح کی لذیذ چیزیں پلائے۔ مثلاً کسی شربت میں روح کیوڑہ ہو تو کسی میں روح گلاب کی آمیزش ہو۔ کھانے پینے کے علاوہ اس کا نفس چاہتا ہے کہ ایک پری جمال۔ آج کل کی اصطلاح میں جو آج کے دور میں ملکہ حسن ہے نفس کی ہوس پوری کرنے کے لئے وہ میرے گھر کی زینت ہو۔ حاصل یہ ہے کہ انسان کے جسم کی یہ تین قسم کی خواہشات ہیں۔ اور

رُوح کی خواہشات

اس سے بالکل علیحدہ نوعیت کی ہیں۔ وہ چونکہ آسمان سے لائی گئی ہے وہاں کے رہنے والوں کی غذا فقط اللہ جل شانہٗ کا ذکر ہے اس لئے روح چاہتی ہے کہ انسان ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ اس کی خواہش یہ ہے کہ انسان کو کسی نہ کسی وقت ضروریات جسمانی سے روک کر محض میری غذا جو ذکر الٰہی ہے اس کے لئے بھی کلیتہً فارغ البال کر دیا جائے۔ مثلاً جس طرح عید کے دن حسب توفیق ہر شخص طرح طرح کے کھانے پکاتا ہے اور خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے اسی طرح کبھی روح کو بکثرت غذا پہنچانے کے لئے انسان کو جسم کی ضروریات سے بالکل فارغ کر دیا جائے تاکہ اس عرصے میں فقط اللہ تعالیٰ کے ذکر اور فکر میں منہمک رہے اور اس عرصے میں گویا کہ روح طرح طرح کے اذکار الٰہیہ سے اپنی عید منا رہا ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے کہ رمضان مبارک میں جو نفل عبادت کی جائے اس کا ثواب غیر رمضان میں فرض ادا کرنے کے برابر ہوتا ہے۔ اور جو فرض عبادت کی جائے اس کا ثواب غیر رمضان میں ستر فرضوں کا ملتا ہے۔ اس لئے رمضان شریف کے دنوں میں انسان سے روزہ رکھوایا جاتا ہے۔ تاکہ جسم کی خواہشات پوری کرنے کا خیال بھی نہ آئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنا روحانی تعلق بیش از بیش بڑھانے کے لیے کوئی مسلمان رمضان شریف میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے تاکہ رمضان شریف کی برکت سے گناہ معاف ہو جائیں۔ اور کوئی درود شریف بکثرت پڑھ رہا ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے چالیس فائدے انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ دس نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ دس گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ دس مرتبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور دس درجے انسان کے اللہ کے قرب میں بلند

ہو جاتے ہیں۔ مذکورۃ الصدر اذکار الٰہیہ میں معروف ہونے کے علاوہ ہر ایک سچا اور کھرا مسلمان رات کو دوسرے گیارہ مہینوں کی نماز عشا کے علاوہ تراویح کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ جس میں عموماً حافظ قرآن قرآن مجید سناتا ہے۔ اور اس کے پیچھے مسلمان تین چیزوں کو بند کر کے محو حیرت ہو کر ایک تصویر بن کر کھڑا ہوتا ہے۔ ان تینوں چیزوں کا ذکر اس شعر میں ہے ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرِ حق بر ما بخند

اس کے علاوہ

مسلمان تراویح کی نماز سے فارغ ہو کر جلدی جا کر سو جائے گا۔ تاکہ سحری کے وقت جاگ آجائے۔ اور سنت کے مطابق روزہ رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے۔ سحور کو کھایا کرو۔ کیونکہ سحور کے کھانا کھانے سے برکت ہوتی ہے۔ مسلمان سحور کے وقت اٹھتا ہے۔ کھانا کھا کر روزہ رکھتا ہے۔ تقریباً اس کے بعد بہت جلدی نماز صبح کی اذان ہو جاتی ہے۔ اور نماز باجماعت پڑھنے کے لئے چلا جاتا ہے۔

اور سنئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے جھوٹی باتیں نہ چھوڑیں اور جھوٹے کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی پرواہ نہیں ہے کہ اس نے کھانا اور پینا چھوڑا۔ بعض احادیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرء صائم (متفق علیہ)

جب تم میں سے کسی ایک کے روزے کا دن ہو تو نہ بری باتیں منہ سے نکالے اور نہ شور مچائے۔ پس اس کو اگر کوئی گالی بھی دے یا اس سے لڑنا چاہے تو یہ کہہ دے بیشک میں تو روزہ دار ہوں

اس صورت سے تطہیر نفس تو خود بخود ہو جائے گی

رمضان المبارک کے دن اور رات کے اوقات میں سچے اور کھرے اصلی مسلمان کے مشاغل کا جو نقشہ پیش کر چکا ہوں اس سے تطہیر نفس تو خود بخود ہو جائیگی۔

یہ ظاہر ہے کہ جب روزہ رکھنے والا آدمی صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہ کھائے نہ پیئے نہ بیوی سے اختلاط کرے نہ کسی کو گالی دے۔ نہ اونچی آواز سے شور مچائے اور نہ کوئی بری بات منہ سے نکالے۔ نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام کرے۔ بلکہ اتنا شریف ہو جائے کہ اگر کوئی گالی بھی دے تو بھی جواب نہ دے۔ اور اگر کوئی لڑنے کے لئے آمادہ ہو تو بھی اس کے مقابلہ میں ہاتھ نہ اٹھائے۔ اور یہ سب محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسا درجہ تطہیر اور پاکیزگی کا ہوگا۔

حاصل یہ نکلا کہ اسلامی روزہ انسان کو پاکیزہ اور شریف بنا دیتا ہے۔ جس کی نظیر دنیا میں کسی قوم میں نہیں پائی جا سکتی۔ اور انسان صحیح معنی میں انسان پاکیزگی اور شرافت ہی کے لحاظ سے بنتا ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو پھر دوسرے حیوانوں کی طرح ایک حیوان بلکہ دوسرے حیوانوں سے بدترین ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ

جنّت کا داخلہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اب روحانی تربیت فقط آپؐ کی دامنگیری سے ہو سکتی ہے۔ اس کو سمجھانے کے لیے میں ایک بڑے پنڈال کی مثال بیان کیا کرتا ہوں جس میں داخلے کے لیے کئی دروازے ہیں جب پنڈال بھر جاتا ہے تو سوائے صدر دروازہ کے سب دروازے بند کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد پنڈال میں داخلہ کے لیے صرف صدر دروازہ ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جنّت میں داخلہ کے لیے بھی کئی دروازے ہیں۔ مثلاً ایک دروازہ پر نوحؑ داخلہ کا ٹکٹ عطا فرمانے کے لیے رونق افروز تھے۔ دوسرے پر ابراہیمؑ تیسرے پر موسیٰ علیہ السلام اور باقی دروازوں پر دوسرے انبیاء علیہم السلام۔ صدر دروازہ پر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ اب باقی دروازے سب بند ہو چکے ہیں صرف صدر دروازہ کھلا ہے۔ اب حضورؐ کی دامن گیری کے بغیر کوئی بھی جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظات احمد علی لاہوریؒ)

حاصل مطالعہ

رحمتوں کا مہینہ

زاہد الراشدی

○ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور پھر پورا مہینہ کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور پھر پورا ماہ کوئی دروازہ نہیں کھلتا۔ شیاطین اور سرکش جنوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ رمضان المبارک میں ہر روز افطاری کے وقت اپنے بہت سے بندوں کو (جہنم کے عذاب سے) آزاد کرتے ہیں۔ (مسند عبدالرزاق ؒ)

○ حضرت عقبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رمضان المبارک میں ہر رات اللہ تعالےٰ کا ایک منادی لوگوں کو پکار پکار کر کہتا ہے۔ اے نیکی کرنے والے! اور آگے بڑھ! اور اے نافرمانی کرنے والے (اب تو) باز آجا! (مسند عبدالرزاق ؒ)

○ حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ ماہ برکتوں والا ہے اور اس میں ایک رات (لیلۃ القدر) ایسی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (مسند عبدالرزاق ؒ)

○ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار غزوہ میں شرکت کے لیے جانے لگا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ! انہیں سلامت رکھ، اور مال غنیمت سے بہرہ ور فرما۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہمیں غزوہ میں کامیابی ہوئی اور ہم مال غنیمت لے کر واپس لوٹے۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ غزوہ پر جاتے وقت میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں۔ آپؐ نے پھر وہی دعا کی کہ اے اللہ! انہیں سلامتی سے واپس لا اور غنیمت عطا فرما۔ ہم پھر کامیاب ہوئے اور مال غنیمت کے ساتھ پلٹے۔ اس کے بعد پھر ایک اور موقع پر غزوہ پر جانے سے قبل میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کی دعا فرمانے کی درخواست کی۔ آپؐ نے پھر وہی دعا دہرائی۔ ہم پھر مال غنیمت لے کر کامیاب و کامران لوٹے۔ واپسی پر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میں نے آپؐ سے تین بار شہادت کی دعا فرمانے کی درخواست کی مگر آپؐ نے سلامتی اور مال غنیمت کی دعا فرمائی۔ اب آپؐ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں پورے اہتمام کے ساتھ کر سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اور کوئی عبادت اس جیسی اور اس کے برابر نہیں ہے۔ (مسند عبدالرزاق ؒ)

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں) ابن آدم علیہ السلام کا ہر عمل اس کے لیے ہے لیکن روزہ خاص میرے لئے ہے اور اس کا ثواب میں اپنی مرضی سے دوں گا اور روزہ دار کے (خلو معدہ کی وجہ سے) منہ کی بدبو اللہ تعالےٰ کو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ (مسند عبدالرزاق ؒ)

○ حضرت ابراہیم ؒ فرماتے ہیں کہ جس نے بلا عذر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا۔ تین ہزار دنوں کے روزے رکھ کر بھی اس کی (کما حقہ) تلافی نہیں کر سکے گا۔

○ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک بار جہاد پہ جاتے ہوئے میں کشتی پر سوار تھا کہ اچانک آواز آئی۔ اے کشتی والو! ٹھہرو! میں تمہیں کچھ بتاؤں۔ ہم نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی بھی نظر نہ آیا۔ ہم برابر چلتے رہے پھر دوبارہ آواز آئی لیکن آواز دینے والا کوئی دکھائی نہ دیا۔ اس پیچھے ہم نہ رکے اسی طرح بار بار آواز آتی رہی۔ چنانچہ ساتویں بار آواز پر ہم نے کشتی روکی۔ اور آواز دی کہ ہم رک گئے ہیں بتاؤ کیا بتاتے ہو؟ آواز آئی کہ میں تمہیں ایک ایسے فیصلے کی خبر دیتا ہوں جو اللہ تعالے نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ کہ جو شخص اپنے آپ کو خدا کی رضا کے لیے سخت گرم دن میں پیاسا رکھے گا (یعنی روزہ رکھے گا) اللہ تعالے قیامت کے دن اسے سیر کر کے پلائیں گے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سے معمول بنا لیا کہ ہر گرم دن کو روزہ رکھتے تھے۔

○ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ جب ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہی تھیں راستہ میں روزہ سے تھیں۔ بھوک اور پیاس کی وجہ سے برا حال تھا اور کھانے پینے کے لیے کچھ بھی پاس نہ تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں تھیں کہ افطار کا وقت آپہنچا اس وقت ان کے سر کے اوپر کچھ آواز سی محسوس ہوئی اوپر دیکھا تو ایک ڈول سفید رسی کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اس میں سے پانی پیا وہ پانی اتنا لذیذ اور حیات بخش تھا کہ اس کے پینے کے بعد انہیں کبھی پیاس نہیں لگی۔ اور وہ اس کے بعد کثرت سے اس خیال سے روزے رکھتی تھیں کہ پیاس محسوس ہو لیکن آخر دم تک پھر پیاس کی "لذت" سے آشنا نہ ہو سکیں۔

(مسند عبدالرزاقؒ)

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے رمضان کا ایک روزہ بغیر کسی شرعی عذر کے ترک کر دیا۔ اس کی تلافی (کماحقہ) ساری زندگی روزے رکھ کر بھی نہیں کر سکے گا۔

(مسند عبدالرزاقؒ)

○ حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں بچے جب دائیں بائیں کی تمیز کرنے لگے تو اسے نماز کا حکم دو۔ اور جب روزہ برداشت کرنے لگے تو اسے روزہ کی عادت ڈالو۔ (مسند عبدالرزاقؒ)

بقیہ: روزہ کے احکام و مسائل

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝

روزے کی اقسام

روزے کی چھ قسمیں ہیں:۔

۱:۔ فرض روزے۔ ان میں رمضان المبارک کے روزے اور ان کی قضا ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے

۲:۔ اگر کسی معین یا غیر معین دن میں روزے رکھنے کی "نذر" کی جائے تو اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

۳:۔ ہر مہینے ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ تاریخ کے روزے نیز ۹ - ۱۰ محرم الحرام - ۱۵ شعبان المعظم اور نویں ذی الحجہ کے روزے رکھنے مسنون ہیں۔

۴:۔ عیدالفطر کے بعد ماہ شوال کے ابتدائی چھ دن (شش عید) ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی ۸ دن، ہر جمعرات اور ہر پیر کے دن روزے رکھنا مستحب ہے۔

۵:۔ عمر بھر کے مسلسل روزے اور اہل کتاب و مشرکین کے برت کے دنوں میں ان کی تقلید میں روزے رکھنا مکروہ ہے۔

۶:۔ عیدالفطر و عیدالاضحیٰ اور قربانی کے ایام یعنی ماہ ذی الحجہ کی گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخ کو روزے رکھنا حرام و ناجائز ہے۔ حیض و نفاس کے زمانے میں بھی عورت کے لیے روزے رکھنا ناجائز۔

اعجاز القرآن

از مولانا عارف صاحب سراجی ناظم جامعہ اسلامیہ کوٹ ڈگرنٹ

قرآن کریم کے تاریخی اور واقعاتی اعجاز پر گفتگو سے پہلے اس ماحول پر ایک نگاہ ڈال لینا ضروری ہے جس میں قرآن عزیز کی آیات کا نزول ہوا۔ اور دنیا کی شوریدہ بخت و نیم مردہ انسانیت نے اس کی اثر آفرینیوں سے متاثر ہو کر کمال انسانیت حاصل کیا، اور بالآخر انہوں نے باطل کی بساط کائنات کو الٹ کر رکھ دیا، اور اس کی جگہ پروردگار کائنات کی کبریائی اور جاہ و جلال کا تخت بچھایا آپ کو معلوم ہے۔ اور تاریخ عالم و عالمیان کا ہر مطالعہ کرنے والا۔ کم و بیش اس حقیقت سے واقف ہے کہ چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ساری دنیا تیزی کے ساتھ ہلاکت و بربادی کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ کائنات پر ظلمت و ضلالت کی خوفناک تاریکی مسلط تھی، ابلیس کی ذریات اور طاغوت کے نمائندے انسانی زندگی کی مارکیٹ اور منڈی پر بلا شرکت غیرے قابض تھے رزق کے خزانوں پر ان کا کنٹرول تھا، اور آخرت کی طرف سے انہوں نے لوگوں کو مارفیا کے انجکشن دے کر بے حس اور غافل کر دیا ہوا تھا، گویا معاد اور معاش دونوں پر ان کی اجارہ داری قائم تھی۔ اور دلوں اور دماغوں پر ان کا تعلیم کردہ نظریہ

ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما یہلکنا الا الدھر

مسلط تھا جس کا مطلب ہوتا ہے ع

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ارباب فہم و بصیرت جانتے ہیں، کہ جب آخرت کی مسئولیت اور جواب دہی کا تصور دل و دماغ سے نکل جائے تو اس وقت انسان کس قدر آزاد اور بے لگام ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان تمام اعمال و حرکات کا ارتکاب کرتا ہے یا کر سکتا ہے جس کے لئے اس کا نفس تقاضا فرماتا ہے ایسے مردہ دل اور انسان نما حیوان کے پیش نظر حیوانی اور سفلی خواہشات کے علاوہ زندگی کی اعلیٰ اور بنیادی قدریں سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ بہرحال فضا اور ماحول کی ایسی ہی خستہ حالی اور درماندگی تھی۔ اور انسانیت کی بے بسی، بے کسی اور افسردہ حالی کا یہی عالم تھا۔ جب دنیا کی فضاؤں میں قرآن عزیز کا انقلاب آفرین نعرہ بلند ہوا۔ اور توحید الٰہی کے روحانی اور سرمدی نغموں سے وادیاں گونج اٹھیں۔

ہواؤں میں رحمت الٰہی کی خنکی آئی۔ اور فضائیں مشکبار ہو گئیں، باغ زندگی میں بہار آئی۔ پھول مسکرانے لگے۔ اور کلیوں پہ زندگی کا نیا رنگ آنے لگا۔ تقویٰ اور توحید الٰہی کا چمن لہلہانے لگا۔

اور اس کے ثمرات و برکات سے ساری کائنات جل تھل ہو گئی۔ نزول رحمت باری کے اس روح پرور اور کیف زا منظر پر خود قرآن کریم کا انداز بیان ملاحظہ ہو، ارشاد ہوا۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب

والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۰

اللہ کی ذات ہے۔ جس نے مادری زبان جاننے والوں میں خود ان ہی میں سے ایک ایسا رسول بھیج دیا۔ جو ان پر اس کی آیتوں کو پڑھتا ہے۔ اور ان کے قلب جگر کو اخلاقی آلودگیوں سے پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب الٰہی اور حکمت کا درس دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں گھرے ہوئے تھے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا الخ اللہ کی رسی کو مشترکہ قوت کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور باہمی اختلافات کو ختم کرو۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔

جس کا تم پر نزول ہوا۔ جب کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو تمہارے دلوں میں محبت و یکجہتی کا بیج بو دیا۔ تو اس کی نعمت سے تم لوگ بھائی بھائی ہو گئے۔ اور رسول عربی کی بعثت و نزول آیات الٰہی سے پہلے صورت حال کی ژولیدگی کا یہ عالم تھا کہ تم لوگ آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ تو اللہ نے اس سے تم کو بچا لیا۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار آیات پاک آپ کو ملیں گی، جن میں رسول پاک صلعم کی بعثت، نزول قرآن اور آغاز دعوت قرآن کے وقت کا واقعاتی نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور نگاہ حقیقت نما کے سامنے یہ حقیقت بے نقاب فرما دی گئی ہے۔ کہ در حقیقت اسلام سے قبل دور جاہلی میں جب کہ اپنے آپ کو اولاد ابراہیم و اسماعیل کہنے والے خود اپنے ہاتھوں ان اولوالعزم اور انقلاب کے

علمبردار پیغمبروں کے فلک رسا عزائم اور توحید کے زوال عزائم کو پامال کر رہے تھے، اور عشق الٰہی کی شعلہ فگن آگ میں کودنے والے باپ بیٹوں کی ناخلف اولاد اللہ واحد کو چھوڑ کر تین سو ساٹھ بتوں کی پجاری بنی ہوئی تھی۔ اور اللہ کے مقدس گھر اور مسجد مرکزی کو بت پرستی کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ یہودی لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہونے کے دعویدار تھے، مگر علم بردار، جلال الٰہی و پیکر حق و صداقت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ کی مقدس تعلیمات کو پیروں تلے روند کر رکھ دیا تھا سیدنا موسیٰ کلیم اللہ نے تو فرعون کی قہرمانی اور ظالمانہ زور و قوت اور "کرّ و فر" کو غرق نیل فرمایا تھا مگر ان کی شوریدہ بخت اور بدنصیب نام لیوا یہودی قوم خود ان کے پیغامات حق و صداقت ہی کو فنا کے غار میں روپوش کر رہی تھی عیسائی لوگ کہتے تھے، کہ ہم حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پیرو ہیں مگر مسیح ناصری کے ان گمراہ عقیدت کیشوں نے اندر اور باہر، خفیہ علانیہ اس مقدس واعظ کی پاکیزہ تعلیمات کا اس طرح حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا، کہ توبہ بھلی!! سیدنا عیسےٰ مسیح ناصری علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد آپ کے کچھ حواری تو بادشاہ وقت کے خوف سے ملحد اور باغی ہو گئے اور دین عیسوی سے برگشتہ ہو گئے۔ اور کچھ کمزور اور بزدل عقیدت مند، عقیدت مندی، اور وفاکیشی کی لست۔ اور حالات سے ہوئے خانقاہوں اور گرجوں میں روپوش ہو گئے، اور چپکے چپکے لوگوں کو "بپتسمہ" دینے لگے، مگر افسوس کہ رضائے الٰہی جس کی طلب اور جستجو ان بدنصیبوں کو خانقاہوں میں لے گئی تھی اسے وہ وہاں بھی حاصل نہ کر سکے بلکہ اس کے برعکس عبادات کے ان گوشوں میں بیٹھ کر عبادت الٰہی، نیکوکاری اور نفس کو بدی و گناہ گاری کی آلائشوں سے پاک کرنے کے نام پر پروردگار کی نافرمانی بدکاری اور حرام کاری کا وہ بازار گرم کر دیا۔ کہ الٰہی توبہ!! یہ داستان بڑی دل دوز افسوسناک اور لائق ماتم ہے یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

؎ کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری

قرآن عزیز نے خود اس "رہبانیت اور خانقاہی زندگی" کے منظر و پس منظر پر واقعاتی روشنی ڈالی ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا اور رہبانیت و خانقاہی زندگی، جس کو ان لوگوں نے خود شروع کیا تھا۔ اس کو ہم نے ان لوگوں پر فرض نہ کیا تھا، ہماری طرف سے رضائے الٰہی کی طلب لازمی تھی، پھر وہ اس کی کوئی رعایت نہ کر سکے،

بہرحال چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں حالات کی یہی ناسازگاری اور ژولیدگی تھی۔ جب نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور دنیا کی فضاؤں میں قرآن عزیز کے انقلاب آفرین نغمے گونجے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور گزشتہ کی جاہلی تہذیبوں کی بنیادیں ہل گئیں، روم، اسپارٹا، مصر، بطلیمی شہنشاہیت اور ایرانی ڈکٹیٹر شپ کی مرقع عمارتیں اور فولادی قلعے پیوند خاک ہو گئے، ملک پرستی، قوم پرستی، نسل پرستی، رسم و رواج پرستی، آباؤ و مشائخ پرستی اور دیگر ہر قسم کی ناجائز اور باطل پرستشوں کا جنازہ بے گور و کفن نکل گیا، اور اس کی جگہ خالص خدا پرستی، کی اعلیٰ اقدار پائیدار بنیادوں پر معاشرے کی تشکیل جدید ہوئی۔ اور قوموں اور ملتوں کی سعادت و کامرانیوں کا ستارہ چمکا اور نئی زندگی نے پہلو سے آواز دی۔

اسلام کا یہ "انقلاب عظیم" جو دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں ساری کائنات میں ظہور پذیر ہوا اور جس نے دنیا کی ساری گزشتہ تہذیبوں اور ملتوں کو پیوند خاک کر کے بالآخر انسانیت کو خالص خدا پرستی اور وحدت دین کے رشتہ میں پرو کر رکھ دیا۔ یہ قرآن عزیز کا وہ ازلی و ابدی انقلابی اعجاز ہے۔ جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور جس پر دنیا کے لاکھوں اور کروڑوں انقلابات کو قربان کیا جا سکتا ہے۔

کلام الٰہی کا بے پناہ جاہ و جلال

اعجاز قرآن کے سلسلہ میں سطور بالا میں جن آیات پاک کا تذکرہ ہوا ہے۔ ان کا تعلق عام عالمی اثرات و برکات سے ہے۔ اور حق ہے بیک نظر یہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کہ قرآن عزیز کے معجز نما بیانات اور صداقتوں نے سیاسیات عالم پر گہرے اثرات ڈالے۔ ذہن و فکر کو بدلنے والا۔ اور غور و فکر کے زاویئے تبدیل کر دیئے۔ اور انسانوں کو انسانیت کبریٰ اور خدا پرستی کا "جادۂ اعتدال" دکھایا ہوا۔ اب تھوڑی دیر کے لئے اور زحمت کیجئے۔ اور ان آیات پاک پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجئے جن میں خود قرآن عزیز کی عظمت و شرف اور بے مثال جلال و جمال پر مسلسل اور لگاتار روشنی ڈالی گئی ہے۔

قرآن عزیز کا آغاز "الفاتحہ" سے ہوا ہے۔ اس کے بعد معاً سورہ البقرہ میں ابتداً ارشاد ہوا۔ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین o اس کتاب (قرآن عزیز) کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے مجسم ہدایت و رہنمائی ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ھدی للناس کا اعزاز عنایت ہوا۔ یعنی یہ کتاب ہدایت ساری کائنات کے لئے مجسم ہدایت و رہنمائی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا۔ وننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمۃ للمومنین۔ اور ہم قرآن کریم میں جن آیات کا نزول فرماتے ہیں وہ اہل ایمان کے لئے سراسر رحمت اور (نسخہ کیمیا) امراض روحانی و جسمانی کے لئے باعث شفا) شفائے کلی کا حکم رکھتی ہیں۔ قرآن عزیز کی عظمت کو دلوں میں اتارنے کے لئے سورہ الرحمٰن میں ابتداءً ارشاد فرمایا گیا۔ الرحمٰن علم القرآن

رحم فرمایئے والا خود قرآن کا معلم ہے۔ اور غالبا اسی قرب خصوصی اور اعزاز خاص کے پیش نظر سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ الحدیث۔ تم میں سب سے افضل اور بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

قرآن عزیز کے بے پناہ جاہ وجلال اور عظمت و شرف کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون ○

اگر ہم قرآن پاک کی آیتوں کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے۔ تو آپ دیکھتے کہ وہ لرزتا اور خوف الٰہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ یہ عظیم اور قابل غور وفکر مثالیں ہم انسانوں کے لئے اس لئے بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ لوگ کچھ غور وفکر کریں۔

قرآن عزیز کا لفظی و معنوی اعجاز

مکہ معظمہ میں اسلامی اور قرآنی دعوت کا ابتدائی دور ہے۔ اللہ کا آخری پیغامبر روحی فداہ اسلام کی دعوت حق و صداقت کے لئے فولادی عزم واستقلال کے ساتھ زندگی کی شاہراہ پر آگے بڑھ رہا ہے۔ عرب کے دشت وجبل اور فضائے کائنات توحید کے نعروں سے گونج رہے ہیں۔ کفر و ضلالت کی تاریکیاں کافور ہونے کو ہیں۔ اور زندگی کی صبح صادق ظہور پذیر ہو رہی ہے۔ قرآن کے نغمے جب قلب و جگر میں حق و صداقت کا نور بکھیرتے ہیں تو نئی زندگی کی صبح مسکراتی ہے۔ اور ابلیس کی ناپاک آرزوؤں پر سب پانی پڑ جاتا ہے۔ اب حق و باطل کی آویزش شباب پر آ رہی ہے۔ باطل کی ہزار مزاحمتوں اور مخالفتوں کے باوجود حق آگے بڑھ رہا ہے اور قرآن کا پرچم بلندیوں پر لہرا رہا ہے۔ قرآنی دعوت سے لوگوں کو متنفر اور برگشتہ کرنے کے لئے ابلیس نے ایک دوسرا پینترا بدلا۔ اور کفار مکہ اور قریش نے اب برملا اور کھلم کھلا یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ نعوذ باللہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاہن اور ساحر ہیں۔ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ یہ خود رسول عربی کی سحر آفرینیوں کا ثمرہ ہے۔ کچھ دوسرے جادوگروں کے تعاون سے یہ خود آیات گھڑ لیتے ہیں۔ اور ان کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ ان ہفوات اور خرافات کے جواب میں قرآن کریم نے اپنے کمال اعجاز اور بے مثال بلاغت کا شاندار طریق پہ اظہار فرمایا۔ ارشاد ہوا۔ کہ اے اہل عرب! اگر تمہارا ایسا ہی خیال اور نعوذ باللہ تم لوگ قرآن کو کلام الٰہی تسلیم کرنے کے بجائے محمد رسول اللہ کی سحر طرازیوں کا کرشمہ تصور کرتے ہو۔ تو دیکھو! تم میں اچھے اچھے شعراء اور زبان آور موجود ہیں۔ تم لوگ اپنے کمال خطابت اور انشاء پردازی کے مقابلے میں اپنے علاوہ ساری دنیا کو عجمی (گونگا) تصور کرتے ہو۔ لہٰذا قرآن عزیز کے مثل کم از کم دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ اور اپنے سارے حمایتیوں کو بھی طلب کر لو اس قرآنی چیلنج پر پورا سال تمام ہو گیا۔ مگر مخالف کیمپ سے صدائے برنخاست تو پھر پروردگار نے اپنے اس پہلے چیلنج کو دہرایا۔ اور ارشاد ہوا۔ کہ اچھا ایک ہی صورت اس کے مثل بنا کر لاؤ۔ پھر پورا سال تمام ہو گیا۔ اور تعداد گھٹا کر صرف ایک آیت کا مطالبہ ہوا۔ مگر اس پر بھی خاموشی ہی خاموشی رہی۔ اس طرح قرآن کا چیلنج برابر فضائے عرب میں گونجتا رہا۔ اور عرب کے نکتہ وروں کی ساری علمی قابلیت اور صلاحیت چاروں شانے چت ہو گئی۔ تو قرآن کریم نے علی الاعلان اپنے ازلی و ابدی اعجاز اور تاریخی فصاحت و بلاغت کا اعلان فرمایا۔ غور فرمایئے کہ کس قدر زوردار اور معجز نما اعلان حق و صداقت ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا ○

اے نبی رحمت! اعلان کر دو۔ اگر کائنات عالم کے سارے انسان جنات اکٹھے ہو کر اس قرآن کا مثل لانا چاہیں۔ تو ہر گز نہیں لا سکتے اگرچہ سب ایک دوسرے کے معین و مددگار ہوں۔ قرآن عزیز کی اس تحدی اور چیلنج پر پوری چودہ صدیاں گذر چکی ہیں۔ اس طویل عرصے میں اسلامی دعوت اور قرآنی پیغام کے مخالفین و معاندین میں معلوم کتنے اہل قلم انشاء پرداز، ادیب، خطیب، متکلم اور شعر و سخن کے شہرہ آفاق ماہرین آفاق کی بلندیوں پر نمودار ہوئے اور فنا کے غار میں روپوش ہو گئے آسمان علم و ادب پر کتنے تابناک اور درخشندہ نجوم و کواکب چمکے اور آفتاب عالم تاب کی درخشندہ کرنوں میں گم ہو گئے۔ مگر قرآن عزیز کے مثل ایک سورت اور ایک آیت چہ معنی دارد، ایک لفظ نہ لا سکے۔ اور نہ انشاء اللہ ابدالآباد تک لا سکیں گے۔ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا "قرآن عزیز کے منزل من اللہ ہونے اور اس کے اعجاز اور بلاغت لفظی و معنوی کا یہ اتنا روشن اور کھلا ہوا ثبوت ہے۔ جس سے معمولی فہم و بصیرت کا انسان بھی انکار نہ کر سکے گا۔

"الفضل ما شہدت بہ الاعداء"

اس کے ساتھ ساتھ آغاز دعوت قرآن کے اس واقعہ کو بھی ملاحظہ فرما لیں تو قرآن کا لفظی و معنوی اعجاز اور فصاحت و بلاغت مزید وضاحت کے ساتھ دیدۂ بینا کے سامنے آ جائے گی۔ اور وہ یہ ہے کہ جب مکہ معظمہ میں اسلام اور داعی اسلام کی مخالفت عالم شباب پر تھی۔ اور عام طور پر لوگ آیات الٰہی کو رسول عربی کا خود تراشیدہ کلام کہا کرتے تھے۔ اس وقت

عرب میں شعر و سخن اور علم و ادب کا بڑا چرچا تھا۔ اس وقت کا دستور تھا کہ صناعانہ اہل فن شعراء اپنے چیدہ اور منتخب اشعار "دیوار کعبہ" پہ آویزاں کر دیتے تھے۔ پھر صبح کو تمام شعراء عرب کا استاد اور شیخ ان تمام اشعار کو ملاحظہ فرماتا۔ اور ان اشعار میں سے جس کو پسند فرماتا اسے موزونیت اور مقبولِ عام کی سند مل جاتی۔ ایسے سات خوش نصیب شعراء کے منتخب اشعار عربی ادب کی ایک مشہور کتاب (سبعہ معلقہ) میں درج ہیں۔ جن میں سب سے پہلا اور رحمانہ مقام امراء القیس کندی کے قصیدے کو حاصل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسی زمانے میں سورہ پاک "الکوثر" نازل ہوئی تو ایک صحابیِ رسول نے اس کو بھی "دیوار کعبہ" پہ لٹکا دیا۔ حسبِ معمول صبح کو علم و ادب کی سب سے بڑی ہستی یعنی شعراء عرب کے استاد تمام اشعار۔۔۔ قصائد اور مقالہ جات کو ملاحظہ کرتے چلے جا رہے تھے کہ دفعتاً نگاہ "الکوثر" پہ بھی پڑی اور آنکھ کھلی کی کھلی رہ گئی۔ اہل عرب کا مسلم الثبوت ادیب اور شاعر حیران و ششدر رہ گیا۔ کلام الٰہی کے جاہ و جلال نے اس کا دل ہلا دیا۔ وہ اندر ہی اندر غور کر رہا تھا کہ ملک عرب میں اتنا عظیم اور فلک رسا تخیلات کا کون سا ادیب پیدا ہو گیا۔ جس کے کلام کے رموز و غوامض، الفاظ کی ترکیب اور ردیف و قافیہ کی موزونیت خود ہماری فہم رسا کی رسائی سے بالاتر ہے۔ پھر آخر اس نے خود فیصلہ کیا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ اور سورۂ "الکوثر" کی ترکیب کا لحاظ کرتے ہوئے آخر میں لکھ دیا۔

ماھٰذا اقوال البشر یہ انسان کا کلام نہیں ہے"

سچ ہے حقیقت آپ منوا لیتی ہے۔ مانی نہیں جاتی۔ اسی کو کہتے ہیں جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کر بولے۔ اور اسی کو عربی میں یوں کہتے ہیں۔ الفضل ما شھدت بہ الاعداء جس کا ترجمہ فارسی میں یوں ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سرِ دوستاں ...... گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

"اعجاز القرآن" اور اس کے مجد و شرف اور جاہ و جلال اور جذب و کشش کے سلسلہ میں دورِ حاضر کے یورپ و ایشیا کے بہت سے غیر مسلم مفکرین اور اربابِ فہم و بصیرت نے اپنے عمدہ و قابلِ قدر خیالات و تاثرات کا اظہار کیا ہے مثلاً جارج برناڈ شا، لارڈ ہیڈلے، گبن، مسٹر کارلائل، طامس، پنجاب کے لالہ لاجپت رائے، اور گاندھی جی وغیرہ نے خاص طور پر قرآن کریم کی عظمت اور صداقت کا اعتراف کیا ہے۔" مگر چونکہ اس طرح کی مدح و ثنا اور اعتراف عام طور پر رسمی اور دستوری ہوا کرتے ہیں۔ واقعات اور قلب و جگر کے پرخلوص جذبات سے ان کا تعلق کم اور بسا اوقات صفر کے برابر ہوتا ہے۔ اس لئے موضوع زیر بحث کی موزونیت کے باوجود ہم ایسے خیالات کے اقتباسات پیش نہ کر سکے۔

دوسری بات یہ کہ قرآن عزیز عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس لئے اس کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کا اندازہ جس حد تک عربی ادیب کر سکے گا غیر ممکن ہے کہ اس حد تک بلکہ اس کا عشر عشیر بھی غیر عربی دان اس کے ظاہری اور معنوی حسن و قبح سے واقف ہو سکے۔ اس لئے جو وزن عربی ادیب کے اعتراف میں ہے۔ عجمی لیڈروں کے اعتراف میں وہ اوج کہاں؟

قرآنِ کریم اور دیگر الہامی کتب

یہاں پہنچ کر اس شرف و امتیاز پر غور کر لینا ضروری ہے۔ جو قرآن کریم کو دیگر الہامی کتابوں پر حاصل ہے۔ اور وہ یہ کہ وعدہ الٰہی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ؂ کے بموجب پوری ۱۴ صدیاں گزر جانے کے باوجود قرآن کریم کا ایک ایک لفظ اور نکتہ اور حرکات و سکنات تک تحریف اور ردّ و بدل سے محفوظ ہیں برخلاف ان گذشتہ آسمانی کتابوں کے جن کا نزول انبیاء سابقین پہ ہوا۔ قرآن کریم کے پاروں میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے صحائف کی اطلاع دی گئی ہے مگر آج روئے زمین سے یہ صحائف ناپید ہیں۔ سیدنا داؤد علیہ السلام پر "زبور" نازل ہوئی تھی۔ جو سراسر تسبیحوں اور مناجاتوں کی کتاب تھی۔ مگر وہ بھی زمانے کے ہاتھوں آج گم ہو چکی ہے تورات اور انجیل کا نزول علی الترتیب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا تھا۔ یہ دونوں مقدس کتابیں بالکل ناپید تو نہیں ہیں۔ مگر ان کے صحیح نسخے یقیناً آج دنیا کے پردے پر موجود نہیں ہیں۔ خود علماء یہود و نصاریٰ اور ان کے احبار و رہبان نے ان کتابوں میں اس طرح تحریف و تنسیخ کر ڈالی ہے کہ جن کے تصور سے قلب مومن تھرّا اٹھتا ہے اور ایک مسلم باللہ کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ خود قرآن عزیز نے ان کی ان مذموم و ایمان سوز ناشائستہ حرکات کا نقشہ یحرفون الکلم عن مواضعہ الخ ویشترون بآیات اللہ ثمنا قلیلا وغیرہ آیات میں آئینہ کر دیا ہے تفصیل کے لئے ان آیات اور خصوصاً سورۃ البقرہ کا تحقیقی مطالعہ لازم ہے نیز اس سلسلہ میں ان احادیث پاک کا مطالعہ بھی بچشم بصیرت و عبرت لازم ہے۔ جن میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم بنی اسرائیل اور ان کے علماء و مشائخ کی دینی پستی اور انحراف من کتاب اللہ کی تفصیل نشان دہی فرمائی ہے۔ بہرحال آسمانی اور الہامی کتابوں میں صرف

قرآن عزیز کو یہ مجد و شرف اور امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ پورے چودہ سو سال سے وہ بدستور اپنی اصلی حالت و کیفیت پر قائم ہے۔ اور آئندہ قائم رہے گا۔ یہ اس کے عالمگیر اعجاز کی پرزور دلیل ہے اس کسوٹی پر کسی الہامی کتاب کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں ایک عجیب و غریب واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن شریف میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے سفر کا واقعہ مذکور ہوا ہے۔ اس میں دونوں بزرگوں کے ایک گاؤں میں وارد ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہاں کے لوگوں نے معزز مہمانوں کی میزبانی سے انکار کر دیا

حتی اذا اتیا اهل قریۃ استطعما اهلها فابوا ان یضیفوهما الخ

اہل قریہ کی اس طوطا چشمی اور ناقدر شناسی کو قرآن عزیز نے ابدالآباد کے لئے محفوظ کر لیا۔ پھر کئی صدیاں گذرنے کے بعد "اہل قریہ" کی خوش بختیوں کا ستارہ چمکا اور یہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اور دور فاروقی میں یہ لوگ سیدنا عمر فاروق کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اور عرض گذاری کہ قرآن پاک کی آیت مذکورۃ الصدر قیامت تک کے لئے ہم لوگوں کی ناشائستہ حرکات اور کنجوسی و بخیلی کا اعلان فرماتی رہے گی۔ اس لئے آپ براہِ کرم "فابوا" کی ب کو ت سے بدل دیں۔ اس کے لئے جو کچھ معاوضہ یا جرمانہ تجویز فرمائیں، ہم حاضر ہیں۔

ب اور ت متقارب حروف ہیں۔ ایک حرف کی تبدیلی کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور اہل قریہ کی عزت و حرمت میں چار چاند لگ جاتے۔ کیونکہ اتوا کی صورت میں مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اہل قریہ میزبانی کے لئے جوق در جوق دوڑتے ہوئے آئے۔ اللہ اکبر قربان جائیے۔ حفاظت خداوندی اس کو کہتے ہیں۔ عمر فاروقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اے اہل قریہ! قسم بخدا۔ اگر تم لوگ زمین و آسمان کے سارے خزانے میرے قدموں پر ڈال دو۔ تو بھی اس ایک حرف کی ترمیم و تبدیل قرآن عزیز میں نہیں کی جا سکتی۔

سبحانہ ما اعظم شانہ۔ سچ ہے۔

قولِ خدا و قولِ نبی فرمان نہ بدلا جائے گا۔ ہم لاکھ بدل جائیں لیکن قرآن نہ بدلا جائے گا

اعجاز قرآن کے بعض انفرادی واقعات

مکہ میں جب توحید الٰہی کا نعرہ گونجا۔ اور قرآن کے نغمے فضاؤں میں بلند ہوئے تو باطل کے سر بفلک ایوان و محلات پیوندِ خاک ہونے لگے۔ صدائے حق کو دبانے کے لئے باطل نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن وہ لوگ بہر حال آوازِ حق کو دبا نہ سکے۔ تو مجبور ہو کر اہل مکہ نے ایک دوسرا پینترا بدلا۔ اور دنیاوی عزو جاہ اور مادی ترغیبات کا سبز باغ دکھا کر حق کا راستہ روکنا چاہا۔ چنانچہ حسب مشورہ دارالندوہ

۱۔ اہل مکہ نے "عتبہ" کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے سارے ملکِ عرب کی طرف سے آپ کی خدمت میں (۱) عرب کی حکومت (۲) سرمایہ داری اور (۳) عرب کی حسین ترین عورت کا تحفہ پیش کیا۔ اس کے عوض میں آپ سے یہ گذارش کی گئی تھی۔ کہ آپ اسلام کی دعوت سے دستکش ہو جائیں۔

آنحضورؐ نے ان سب ترغیبات کے جواب میں قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔ مقصود یہ تھا کہ میرے لئے حاصل زندگی سرمایۂ سعادت، سرمایۂ شادمانی اور وجہ سکون دل و جان یہی آیات الٰہی ہیں۔ آیات الٰہی کو سن کر عتبہ مبہوت ہو گیا۔ اور چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔

واپس جا کر اس نے لوگوں کو بتایا کہ میں نے محمد رسول اللہ سے ایسا کلام سنا ہے۔ جو جادوگر اور کاہن یا کسی بھی بڑے سے بڑے فاضل روزگار شخص کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یقیناً وہ اللہ کا کلام ہے جو سراپا صداقت اور ہدایت کے آبِ حیات سے لبریز ہے یارو! مناسب یہ ہے کہ اب اس تحریک کا پیچھا کرنا چھوڑ دو۔ داعیٔ اسلام کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔

۲۔ دعوت اسلام کو روکنے کے لئے جب اہل مکہ کی ترہیب و ترغیب سب بے کار ہو گئی۔ تو "دارالندوہ" میں نعوذ باللہ حضور نبی اکرمؐ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور اس کام کے لئے ان کا سب سے جری اور بہادر مرد عمر ابن خطاب متعین ہوا۔ (جو بعد میں چل کر مسلمانوں کے اولوالعزم اور پرجلال خلیفہ مقرر ہوئے) یہ شمشیر برہنہ حضور نبیؐ کریم کی تلاش میں چلے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک مرد مسلم "نعیم" سے ملاقات ہوئی۔ نعیم نے حالات کا رُخ پہچان کر کہا کہ پہلے اپنے بہن بہنوئی کی خبر لیجیے۔ اس کے بعد حضورؐ پاک کی طرف توجہ کرنا۔ تمہارے گھر میں یہ آگ پہنچ چکی ہے اور بہن بہنوئی دائرہ اسلام میں آ چکے ہیں۔ فرطِ غضب میں سرشار ہو کر عمر ابن خطاب راستہ بدل کر اپنے بہنوئی کے گھر پہنچے۔ تو خوش قسمتی سے وہ لوگ حضرت خباب سے قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ قرآن پاک کی چند آیات کا عمر کے قلب و جگر پر ایسا اثر پڑا۔ کہ آنکھیں اشکبار اور دل بے قابو ہو گیا۔ اور کفر کی ساری تاریکی موم کی طرح پگھل کر بہہ گئی۔ وہاں سے باچشم تر جب "دارارقم" میں حضور پاک کی خدمت میں پہنچے تو دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ آپ نے اپنا سر آستانہ رسالت پر رکھ دیا۔

۳۔ مکہ اور پورے ملک عرب میں جب اسلامی دعوت کی مخالفت پورے شباب پر تھی۔ اور لوگوں کو دعوت قرآن سے برگشتہ کرنے کے لئے

عام طور پر لوگ داعیٔ اسلام کو ساحر اور کاہن کہا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں قبیلہ دوس کے رئیس اور سردار "طفیل دوسی" کسی ضرورت سے مکہ شریف میں تشریف لائے۔ لوگوں نے موصوف سے کہا کہ یہاں مکہ میں ایک عجیب و غریب جادوگر کا ظہور ہوا ہے۔ جو اس کا کلام سنتا ہے۔ بس اس کا گرویدہ اور فدائی ہو جاتا ہے۔ اور اسی کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔ جادوگر اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے۔ دیکھنا یار طفیل! تم اس کے چکر میں نہ پڑ جانا۔ اس کا کلام کانوں میں پڑا کہ بس پاگل ہوئے۔ اگر دماغ و ہوش و حواس کی درستگی اور خیریت چاہتے ہو تو بس ایک ترکیب ہے کہ اس کا کلام ہرگز نہ سنو۔ اس سنسنی خیز انکشاف سے "طفیل دوسی" کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ اور ساحر کے سحر آفرین کلام سے بچنے کے لیے کانوں میں ڈاٹ ڈال لی۔ چند روز یوں گذرے، حسن اتفاق سے ایک روز علی الصبح حرم کعبہ میں پہنچ گئے۔ حضورؐ پاک قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جس کی اثر آفرینی کا یہ عالم تھا۔ کہ زندگی کی صبح مسکرا رہی ہے۔ اور فضا پر غنودگی کی کیفیت طاری تھی۔ چاروں طرف سحاب رحمت برس رہا تھا۔ اور ساری کائنات کرم آغوش ہو رہی تھی طفیل رحمۃ اللعالمین کا مسکراتا ہوا نورانی چہرہ دیکھا جو صدق و صفا کا آئینہ دار طفیل فضا کی اس انجذابی کیفیت سے قابو ہو گئے۔ قبول حق کے لیے قدرت نے ان کا سینہ کھول دیا تھا۔ اب ڈاٹ ان کے کانوں میں نہ تھی۔ وہ آیات الٰہی کی اثر آفرینیوں سے متاثر ہو رہے تھے۔ قرآن پاک کے جلال و جمال قلب کی گہرائیوں میں نئی زندگی پیدا کرتے جا رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ اور حضور اپنے مکان پر چلے طفیل کا دل اب قرآن کی صداقت کا قائل ہو گیا تھا۔ حضور پاکؐ کی خدمت میں پہنچے۔ اور توحید کے آستانہ پر سر رکھ دیا۔

انفرادی اعجاز و تاثیر کے اس قسم کے بے شمار واقعات تاریخ کے صفحات پر آپ کو ملیں گے۔ یہاں ان سب کا احاطہ مقصود نہیں ہے۔

قرآن آج بھی زندہ ہے

مشہور انگریز مفکر اور اہل قلم "جارج برنارڈ شا" نے ایک مرتبہ کہا تھا ساری دنیا میں بے چینی اور انتشار پھیلا ہوا ہے۔ اللہ کی ساری مخلوق کار مچی ہوئی ہے۔ اور نئے نئے فتنوں سے دھرتی کی چھاتی دہل رہی ہے ساری دنیا امن امن کا نعرہ بلند کر رہی ہے۔ ہر طرف سے امن و سکون کی … ہے۔ مگر اس کا دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ دنیا کے سارے … جدید سیاست و مذہب کی منڈیوں میں فیل ہو چکے ہیں۔ اور اب یہ امن عمل کرنے سے قاصر ہیں۔ کاش اگر آج حضرت محمد رسول اللہ صلعم دوبارہ زندہ ہو کر آ جائے تو دنیا میں امن قائم ہو جاتا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آج اگرچہ ذات رسالت پناہی فداہ ابی و امی ہم میں موجود نہیں۔ مگر آپ کا لایا ہوا پیام امن و سکون بدستور موجود ہے۔ اور بحمداللہ ہر قسم کی تحریف و تنسیخ سے بالاتر ہو کر اپنی اصل شکل و صورت کے ساتھ اس کی دعوت فضاؤں میں براڈ کاسٹ ہو رہی ہے۔ اور اس کی اثر آفرینیوں سے ہواؤں میں ارتعاش پیدا ہو رہا ہے۔ قرآن عزیز کے ساتھ ساتھ سرکار رسالت پناہی کے ۲۳ سالہ دور نبوت کے روز و شب اور سراپائے زندگی اور خلوت و جلوت کا سارا کردار و عمل "سنت" کی شکل میں کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔ اور آپ یقین فرمائیں، یہی دونوں مرکز حیات، مرکز کائنات اور انسانی زندگی کے لیے "لائحہ عمل" کا حکم رکھتے ہیں

حضور پاک کی آخری وصیت آپ کو غالباً یاد ہو گی۔ پھر اس کو دماغوں میں تازہ کر لیجئے۔ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ و سنتی (الحدیث) میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان دونوں پر مضبوطی سے قائم رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

۱۔ کتاب اللہ ۲۔ رسول پاک کی سنت۔

(افسوس کہ اس مضبوط ترین ستون (سنت) کو گرا ڈالنے کے لیے حشرات الارض کی طرح جماعتیں نکل پڑی ہیں۔ اور معاف کیجئے گا۔ یہ سب چشم بددور، مغربی اماموں کے اندھے مشرقی مقتدی ہیں۔ انشاء اللہ اس سلسلہ میں کبھی تفصیل سے لکھوں گا۔)

اور یاد رہے کہ جو اس جادۂ اعتدال سے پھسلا۔ پھر وہ اسی غلاظت میں گرے گا۔ جس میں آج قرآن سے باغی قومیں لت پت ہیں۔ اور اس کے تعفن سے خود ان کا دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔ اور قرآن عزیز بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔ ؎

میرے پہلو سے گیا ستمگر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

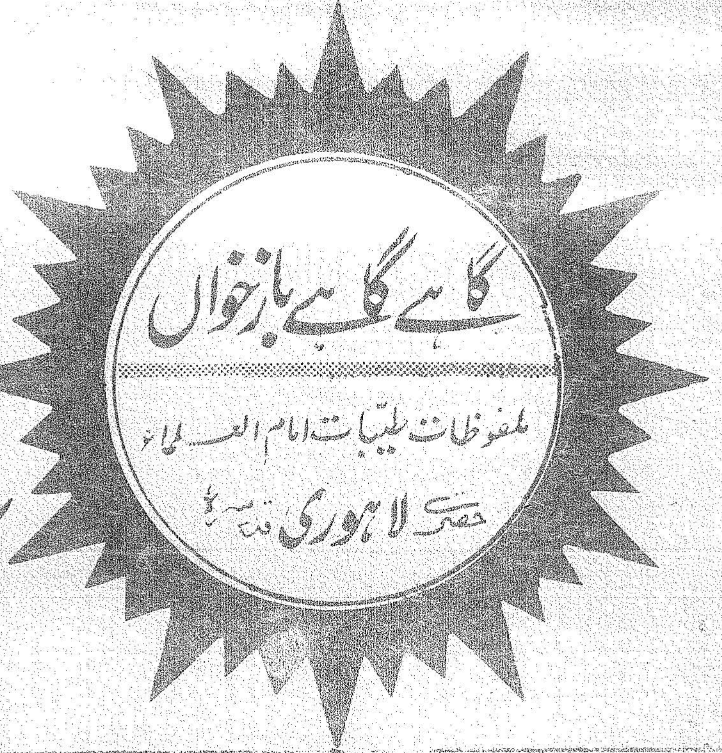
اور دنیا کی اس معمولی ہلاکت و بربادی کے بعد عجب بڑی ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ اور قرآنی قوانین کے باغیوں کے سروں پر جہنم کے آتشیں لاؤں کا نزول ہو گا۔ تو

وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (قرآن)

اللہ کے رسول کہیں گے اے پروردگار! میری اس قوم نے قرآن کریم سے اپنا تعلق توڑ لیا تھا۔ .... فقط

؎ اس کی قسمت میں سعادت ہو گئی
دوسروں سے جس کو عبرت ہو گئی

اہل السنّت والجماعت! کچھ تو شرم کرو!



اہل السنت والجماعت کہلانے والے مسلمانوں کے لیے غور کرنے کا مقام ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت یعنی طریقہ کے پابند ہیں اور اس سنّت پر عمل کرنے میں ہم صحابہ کرام رضؓ کے نقشِ قدم پر چلے جا رہے ہیں۔ یعنی صحابہ کرام رضؓ ہمارے اسلاف تھے اور ہم ان کے اخلاف یعنی جانشین ہیں، میں اپنے اس دور کے اہل السنّت والجماعت سے عرض کرتا ہوں کیا ہمیں اس مبارک لقب کے استعمال کرنے کا حق ہے؟ کیا صحابہ کرام رضؓ بھی نماز التزام سے نہیں پڑھا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام رضؓ رمضان المبارک میں روزہ نہیں رکھا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام رضؓ مال ہونے کے باوجود زکوٰۃ نہیں ادا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام شادیوں پہ باجے بجوایا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام رضؓ دولہا کے سر پہ سہرا باندھا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام رضؓ دولہا کو سگن کے طور پہ ضرور ہی گھوڑی پہ بٹھا کر لے جایا کرتے تھے؟ خواہ سسرال کا گھر دس قدم کے فاصلہ پہ ہی ہو؟ کیا صحابہ کرام رضؓ دولہا کے پیچھے گھوڑی پہ سربالا بٹھایا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام رضؓ کاروبار سے فارغ ہو کر رات کو رنڈیوں کے گانے (بالفاظِ دیگر سینما) سنا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام رضؓ داڑھیاں منڈوایا کرتے تھے؟

اے موجودہ دور کے اہل السنّۃ والجماعۃ

تمہیں شرم آنی چاہیئے!

اہل السنت والجماعۃ کہلا کر تعلیم قرآن مجید کی مخالفت؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل کی مخالفت؟

اگر تمہیں اپنے اس طرزِ عمل میں تبدیلی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو پھر ان نسبتوں کو چھوڑ دو، مسلمان نہ کہلاؤ، تاکہ دشمنانِ اسلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی توہین نہ کر سکیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ نہ کہلاؤ — تاکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی توہین تو نہ ہو۔ کیونکہ دشمنانِ اسلام یہی خیال کریں گے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضؓ بھی ایسے

بقیہ : اداریہ

کیا اور علمی خزانوں کو پامال کیا۔ وہ تمہیں اس لیے نہیں بخش دیں گے کہ تم ان کے پیچھے ہو۔

اس داستان رنج و غم کا شکار ہونے سے پہلے اگر تم نہ سنبھلے تو پھر خدا حافظ ؟

مرزائیت

یہودیوں کے پاکستانی ایجنٹ اور انگریز لعین کی سیاسی مزدوروں کے تابع مذہب کے نام پر کاروبارِ نبوت چمکانے والی جماعت اللہ، اس کے رسول برحق اور جماعۃ المسلمین کی نگاہ میں تو کافر تھی ہی لیکن بعد از خرابی بسیار ہمارے ناخداؤں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا محض عوام کا مطالبہ سمجھ کر نہ کہ اسلامی تقاضے سے!

لیکن سال گزر گیا مرزائی اسی طرح بدستور شعائر اسلامی کا مذاق، اسلامی اصطلاحات کا بے دریغ استعمال وہ باقاعدگی سے کر رہا ہے۔ اور اس کے ایک بندے مختلف اداروں اور افراد کو تند و تیز خطوط لکھ کر اپنی بھڑاس نکال رہے ہیں جس کی ایک مثال وہ خط ہے جو حال ہی میں ہمیں موصول ہوا اور جس میں مرزا کی زبان میں خوب جلی کٹی سنائی گئی ہیں لیکن سہارا کسی اور کا لیا گیا ہے۔

حکمران محافظ ختم نبوت کی سند بحق خود رجسٹرڈ کروانے میں مصروف ہو گئے اور ارباب عزیمت جنہوں نے جدوجہد کی تھی اس محاذ پر جت گئے کہ کوشش کس نے زیادہ کی؟ نتیجہ یہ ہے کہ آئینی ترامیم آج تک قانون کا درجہ حاصل نہیں کر سکیں اور وہ مضبوط کھونٹا ہنوز ناپید ہے جس پر مرزائیوں کو باندھا جا سکے ؟

ارباب عزیمت سال کے بعد رسماً اکٹھے ہو کر "یوم مسرت" منانے کا بھی فیصلہ کر چکے ہیں اور منا بھی لیا۔ مبارک سلامت بھی ہو گئی۔ پر یہ کسی نے نہ پوچھا کہ خوشی کس بات کی ہے؟ تلخ نوائی معاف۔ اگر یہی شب و روز رہے تو ۷ ستمبر ۷۴ء سے پہلے جو کچھ مرزائی کرنا چاہتے تھے اب جذبۂ انتقام میں بھڑک کر اس سے کہیں زیادہ کر گزریں گے اور اس طرح جو نتائج برآمد ہوں گے وہ المناک ہی نہیں اندوہناک بھی ہوں گے؟ لہٰذا سنبھلنے کی ضرورت ہے ورنہ قدرت کے فیصلے اور ہی نوعیت کے ہوتے ہیں۔

حکومت پاکستان کیا چاہتی ہے ؟

یہ خبر قارئین کی نذر ہے۔ تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ پڑھیں اور اپنی حکومت سے سوال کریں کہ "مفت حج کرانے کا وعدہ کرنے والو! تم جو مشکلات پیدا کر رہے ہو وہ کہاں تک درست ہیں؟ بہانہ سعودی حکومت کا اور عبادت کے معاملہ میں جھوٹ ؟ ع کچھ تو کہو کہ لوگ کہتے ہیں۔

سعودی حکومت نے اس سال حج پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی

مفتی محمد شفیع کے نام سعودی وزیر حج کا تار !

کراچی (۲۵ اگست) سعودی عرب کے وزیر حج جناب حسن الکتبی نے کہا ہے کہ سعودی عرب کی حکومت نے گزشتہ سال کے مقابلہ میں اپنی حج پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ کچھ عرصہ قبل جب نئی سعودی حج پالیسی کے بارے میں کچھ خبریں اخبارات میں شائع ہوئی تھیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر دارالعلوم کراچی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی اور الحاج حافظ فریدالدین صاحب صدر بگرس لیگ نے ایک مشترکہ تار میں سعودی عرب کے شاہ خالد کو نئی حج پالیسی کی مشکلات کی طرف توجہ دلائی تھی اور اس غرض کے لیے ایک مفصل یادداشت بھیجی تھی۔ سعودی عرب کے شاہ خالد کی طرف سے اس تار کا جواب دیتے ہوئے سعودی وزیر حج نے اپنے حالیہ تار میں اس غلط فہمی کی تردید کی ہے کہ سعودی حکومت نے امسال حجاج پر کوئی نئی پابندیاں عائد کی ہیں۔ تار کا متن درج ذیل ہے:-

"آپ نے جو تار جلالۃ الملک شاہ خالد کے نام بھیجا تھا وہ ہماری نظر سے گزرا۔ ہم آپ کو اطمینان دلاتے ہیں کہ

سعودی عرب کی وزارت حج کی طرف سے امسال جو تعلیمات حج جاری کی گئی ہیں وہ بعینہٖ وہی

ٹیلیفون نمبر ۷۶۵۳۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۳۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/21/1433 مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری 226 T.B.C-381 مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۶-۲۰۷ D.D.9 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر 4/Q.M-1531 مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۶ء

ہیں جو پچھلے سال جاری کی گئی تھیں۔ جن کے بارے میں آپ نے خود فرمایا ہے کہ اُن کے تحت حجاج کو تمام سہولیات اور راحتیں میسر آئی ہیں۔ اس کے علاوہ جلالۃ الملک نے حجاج کو مزید راحت و آرام پہنچانے کے لیے اس سال کچھ نئے منصوبوں کا حکم دیا ہے۔ اور اس غرض کے لیے بھاری رقم مختص کی ہے۔ ہم آپ کو دوبارہ یقین دلاتے ہیں کہ سعودی حکومت جلالۃ الملک اور سعودی ولی عہد نائب صدر وزارتی کونسل کی ہدایات کے مطابق حجاج کے مسائل سے پوری طرح باخبر اور ان کے راحت و آرام اور تحفظ کے لیے فکرمند ہے۔"

احترامات فائقہ کے ساتھ

حسن الکتبی وزیر حج و اوقاف سعودی عرب

(جنگ کراچی)